حدیث کے بارے میں مستشرقین کا رویہ اور اس کا تنقیدی و تحلیلی مطالعہ

(علمائے برصغیر کی کاوشیں)

از: ڈاکٹر محمد اکرم رانا

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان

ابتدائیہ:

اسلامی تاریخ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ حدیث لٹریچر شروع ہی سے بعض نام نہاد اسلامی فرقوں کے شکوک وشبہات کی آماجگاہ بنا۔ اسی بنیاد پر دور حاضر میں متعصب سامراجی ایجنٹوں یعنی منکرین حدیث نے اسے ہدف تنقید بنایا۔ ان حضرات کا یہ خیال ہے کہ احادیث کو جمع اور مرتب کرنے کا کام عہد رسالت سے دو تین سو سال شروع بعد شروع ہوا اور محدثین نے لوگوں سے یوں ہی سنی سنائی باتیں بغیر کسی تحقیق کے اپنی کتابوں میں جمع کر دیں اور پھر انہیں دین بنا دیا۔ ان سے پہلے صحابہؓ اور تابعین کے زمانہ میں احادیث کی طرف کوئی توجہ نہیں دی گئی اس عرصہ میں بے شمار جھوٹی حدیثیں لوگوں نے اپنی طرف سے حضور ﷺ کی طرف منسوب کر دیں۔۔۔۔ اگر حضور کریم ﷺ کا مقصد یہ ہوتا کہ حدیث پر بھی قیامت تک عمل کیا جائے تو ضرور احادیث کی حفاظت کے لئے انتظامات کرتے۔۔۔ حضور ﷺ کا احادیث کی طرف التفات نہ فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ حضور ﷺ کا یہ خیال نہیں تھا کہ احادیث پر بھی قیامت تک عمل کیا جائے۔

انیسویں اور بیسویں صدی میں یورپی مفکرین نے اسلامی ادب، تاریخ اور دوسرے علوم کے ساتھ ساتھ احادیث کو بھی موضوع بحث بنایا اس میں پہلی کوشش گولڈزیہر نے کی جنہوں نے اپنی ریسرچ Muhammaden Studies کے نام سے 1890ء میں شائع کی۔ پروفیسر گیوم

Guillume نے The Traditions of Islam کے نام سے کتاب لکھی جس میں گولڈز یہر کی تحقیق کو آگے بڑھایا گیا۔

پروفیسر رابسن Rabson نے مشکوۃ المصابیح کا انگریزی میں ترجمہ کیا اور بقول مصطفیٰ السباعی سنن ابی داؤد کی تصحیح کی [1] حدیث کے بارے میں ان کے وہی خیالات ہیں جو شاخت کے ہیں، شاخت نے The Origins of Muhammaden Jurisprudence تحریر کی اور اپنی تحریر کو گولڈز یہر اور مارگیولیتھ کے نقش قدم پر آگے بڑھایا اور قانونی احادیث کو موضوع بحث بنایا، شاخت کی ریسرچ پر ایک مستشرق پروفیسر گب Gibb نے اگرچہ تنقید کی تاہم ان کا لب ولہجہ حدیث مخالف ہی رہا ۔ان کے علاوہ ڈیورنٹ Deurant، آرتھر جیفری A.Jaffery، منٹگمری وٹ M.Watt، ہوروفیتش Horowitz، وان کریمر Von. Kremer، کیتانی Catani اور نکلسن Nicolson نے بھی اپنے اپنے حدیث مخالف نظریات پیش کئے [2]۔

گولڈز یہر کی تھیوری جسے شاخت نے Elaborate کیا۔ A.Jaffery, H.Rihter منٹگری واٹ اور رابسن نے Praise کیا، مصطفیٰ اعظمی M.Azami، نبیہ ابیٹ N.Abbot، فوڈ سیزگین F. Seizgin اور پاور Power کی تنقید کا نشانہ بنی، منکرین احادیث اور مستشرقین کے اعتراضات جن کا جائزہ ہم لیں گے، عام طور پر ایک جیسے ہیں، مستشرقین کے اعتراضات کی وجہ تو سمجھ میں آتی ہے لیکن منکرین احادیث کی وجہ نا قابل فہم ہے۔ انہوں نے تحقیق کے جو طریقے مستشرقین سے سیکھے چاہیے تو یہ تھا کہ وہ ان کی زبان میں ان کا جواب دیتے لیکن انہوں نے توپوں کے رخ مسلمانوں اور ان کے علوم کی طرف کر دیئے ۔دشمنان اسلام کے اعتراضات کے جواب میں برصغیر کے علماء نے جو کاوشیں کی ہیں ان کا ذکر اس مقالہ کا مقصد و مدعا ہے، لیکن اسے بیان کرنے سے قبل تحریک استشراق اور مستشرقین کے اعتراضات کو بیان کیا جائے گا۔

استشراق:

ایڈورڈ سعید کے مطابق جو شخص (مغرب کے رہنے والا) مشرق اور مشرقی علوم پڑھتا ہے ان کے بارے میں لکھتا ہے یا تحقیق کرتا ہے وہ ماہر انسانیات ہو، ماہر عمرانیات ہو، مؤرخ ہو یا ماہر لسانیات مستشرق کہلاتا ہے اور وہ جو کام کرتا ہے یا کرتی ہے اسے استشراق کہتے ہیں [3]۔

استشراق کا مفہوم وسیع ہے اس اصطلاح کو مبہم Vague اور غیر واضح کہا گیا ہے لیکن ذیل میں اس کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے کہ اس کا مفہوم نکھر سامنے آجائے۔

پہلا مفہوم استشراق ایک فکری رجحان کا نام ہے جو اسلامی مشرق کے طویل مطالعے کے بعد مغرب نے اختیار کیا اس طرح استشراق اسلامی مشرق کی تہذیب وثقافت، ادیان و مذاہب، اخلاق وآداب ،زبانوں اور معاشرت کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے۔

دوسرا مفہوم: اس کے مطابق استشراق ایک ایسی تحریک کا نام ہے جس میں مغرب ومشرق کے مابین فرق وامتیاز قائم کیا گیا ہے۔

تیسرا مفہوم: اس کے مطابق مشرق کو سیاسی معاشی اور انتظامی طور پر محکوم بنانے کر رکھنے اور اس پر اپنی جارہ داری قائم کرنے کا کوشش کا نام استشراق ہے، ایڈورڈ سعید کہتے ہیں:

The term can be used in three different senses. it can refer to an academic discipline, the study of he orient, secondly, to a style of thought based upon a distinction for dealing with the orient for describing& controlling it, to use said' sown words "manipulating it"4

تحریک استشراق کا آغاز کب ہوا ؟

اس بارے میں کوئی حتمی رائے قائم نہیں کی جاسکتی بعض کے نزدیک صلیبی جنگیں اس کا محرک اور سبب بنیں:

Albert Hourani thinks that the main reason among the Christians and Muslims which led them apart was that there existed holy wars of crusade and Jihad. 5

ایک رائے یہ ہے کہ سپین کے حکمرانوں نے اہل فرانس کا دروازہ کھٹکھٹایا تو یہ قوم جاگی
سمتھ (Smith) لکھتا ہے:
چند صدیوں تک عیسائیت نہ تو اسلام کو سمجھ سکی اور نہ اس پر تنقید کر سکی وہ تھراتی اور حکم بجالاتی تھی
لیکن اہل عرب کو پہلے پہل وسط فرانس میں روکا گیا تو اب بھاگنے والی اقوام نے اس طرف منہ پھیر کر دیکھا
جس طرح مویشیوں کا گلہ بھگانے والے دیکھتا ہے ۶۔
ایک اور رائے کے مطابق استشراق کا باقاعدہ آغاز 1312ء سے ہوا جب یورپ کی جامعات
میں عربی اور اسلامیات کی تدریس کا آغاز ہوا، ایڈورڈ سعید کے مطابق اٹھارویں صدی استشراقی تحریک کا
نقطہ آغاز بنی:

Orientalism developed or rather started in the eighteenth century when British -Franco imperialism in the far and near east served the cause of European esteem7

ایک اور رائے یہ ہے اور اسی سے ہم اتفاق کرتے ہیں کہ Orientalism کا آغاز اسی
وقت شروع ہو گیا تھا جب اسلام نے حجاز میں اس دعوی کے ساتھ جنم لیا کہ یہ مذہب یہودیت اور عیسائیت کی
تکمیل کرتا ہے، آصف حسین لکھتے ہیں:

For almost a millennium Europe felt itself challenged by this last monotheistic religion, which claimed to complete two predecessors8

برنارڈ لوئس جو اسلام کا مخالف ہے وہ بھی یہ بات لکھتا ہے کہ:

Struggle between these rival systems has now lasted for some fourteen centuries. it began with the advent of Islam, in the seventh century, and has continued virtually to the presented day. 9

مستشرقین کی خدمات کا جائزہ:

اکثر مسلمان علماء وحکماء نے جہاں مستشرقین پر تنقید کی ہے وہاں ان کی خدمات کا اعتراف بھی کیا ہے۔ انہوں نے بے شمار امہات الکتب کو مدون کیا۔ انسائیکلو پیڈیا اسلام کی اشاعت انگریزی فرانسیسی اور جرمن زبان میں کی بے شمار بین الاقوامی کانفرنسیں منعقد کیں جن کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔ اس کے علاوہ ان کی تنظیمیں بھی سرگرم عمل ہیں۔ انگریزی اور عربی میں آج بھی مجلّات اور میگزین شائع کیے جاتے ہیں ان کے تخلیقی تحقیقی اور تنقیدی کاموں کی نوعیت کا یوسف اسد ڈاگھر (Yousuf Asad Daghar) نے تذکرہ کیا ہے۔

> They are the study of Muslim civilization, the collection of Arabic manuscripts in European libraries. the establishment of catalogs of manuscripts, the publication of numerous important works. the lesson of method thus given to oriental scholar, the organization of orientalist congresses, the editing of of studies frequently deficient and erroneous from a linguistic point of view. But precise in the method, and finally this movement has contributed to arousing the national consciousness in the different countries of the orient and to activating the movement of scientific renaissance and the awakening of the ideal.10

انہی خدمات کا تذکرہ ایڈورڈ سعید کے ماغ میں بھی تھا جب انہوں نے یہ تبصرہ کیا کہ کسی کو یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ تحریک استشراق اور ان کا لٹریچر ایک جھوٹ کا پلندہ ہے اور افسانوں پر مبنی داستان ہے اور یہ کہ اگر حقیقت ان کے بارے آشکار کی جائے تو یہ تحریک جل کر بھسم ہو جائے گی۔ انہیں بلکہ یہ تو ایک

نظریہ اور عمل ہے جن کے لئے نسلوں اور صدیوں سے مطالعہ جاری ہے اور اس مطالعاتی سرمایہ کاری نے استشراق کو ایک سسٹم کی شکل دی جو شرق کے متعلق ہے جس میں عرب اور خاص طور پر عالم اسلام شامل ہے [۱۱]۔

لیکن یہ بھی حقیقت اپنی جگہ مسلمہ ہے کہ مستشرقین نے اسلام اور عربی ادب کی بڑی خدمات انجام دی ہیں، ساری قیمتی کتب کو جدید اور سائنٹیفک انداز میں طبع کیا، تحقیق اور ریسرچ کے نام میں جس قدر مشقت اور صبر سے مستشرقین نے کام کیا ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔ مسلمان اسکالرز اب جاگے ہیں اور انہوں نے اپنے علوم کی حفاظت کرنے کا خود فیصلہ کرلیا ہے۔ ان کا مزید یہ فرض ہے کہ مستشرقین کی تالیفات کی اچھائی سے فائدہ اٹھائیں اور ان کے اعتراضات کا مدلل جواب دیں۔

مستشرقین نے مشرقی علوم کو جاننے کی ضرورت کیوں محسوس کی؟

قرآن مجید ہو یا حدیث نبوی، سیرت ہو یا اسلامی تہذیب، مستشرقین نے ہر میدان میں قلم اٹھایا ہے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ اسلامی تعلیمات کو بگاڑ کر پیش کیا جائے تاکہ اسلام کے بارے میں لوگوں کے دلوں میں بدگمانی پیدا ہو۔ مسلم علماء سے لوگوں کو بدل کر دیا جائے مسلم معاشرے اور اس کی تاریخ کو مسخ کر دیا جائے۔ اسلامی تہذیب کو تحقیر کا نشانہ بنایا جائے۔ کتاب وسنت میں حسب خواہش اپنی معروضات داخل کر دی جائیں۔

قرآن مجید کو انہوں نے محمد عربی کا قرآن ظاہر کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا لیکن:

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن　　　　پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا۔

حدیث نبوی پر موضوع ہونے الزام داغا گیا اسے ضرورت اور وقت کی پیداوار قرار دیا گیا۔ بے شمار احادیث کو قانونی فارمولے Legal Tags قرار دیا گیا۔ نیز محبوب خدا کے بارے میں طرح طرح کے الزامات لگائے گئے کبھی ان کی شادیوں کا مسئلہ اٹھایا گیا، کبھی اسلام کو تلوار سے پھیلانے کا الزام لگایا گیا۔ الغرض ایک بہتان اور طومار کا سلسلہ شروع کیا گیا جو آج تک جاری ہیں اس کی زندہ مثال آج انٹرنیٹ پر قرآن، حدیث، سیرت اور اسلامی تہذیب پر الزامات کی بوچھاڑ ہے۔ اس سے پہلے کہ فرداً فرداً احادیث پر گولڈزیہر شاخت میکڈونلڈ، گب اور دوسروں کی نظریات کو پیش کیا جائے اجتماعی طور پر یہ جان لینا چاہئے کہ حدیث نبوی کو ناقابل اعتبار ٹھرانا مستشرقین کا خصوصی ہدف ہے وہ جانتے تھے کہ حدیث نبوی قرآن حکیم کی

تفسیر اور تائید ہے جب قرآن حکیم کو احادیث سے الگ دکھایا جائے گا تو مسلمان اندھیرے میں ٹاک ٹوئیاں مارتے رہیں گے۔ اس طرح وہ مسلمانوں کو ان کے اصل دین سے دور کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

مستشرقین اور علم الحدیث:

یورپ کے اسلامی ادب پر ایک نظر ڈالیں تو گولڈ زیہر اسلامی قانون کی تاریخ کا ارتقائی جائزہ لیتا ہوا نظر آتا ہے انہوں نے اپنی کتاب Oriental Diary میں اسلامی قانون کے ارتقاء پر لیکچرز دینے کا ذکرہ کیا ہے جس میں اسلامی قانون کو وقت کی پیداوار قرار دیا ہے۔

گولڈ زیہر نے اپنی کتاب دراسات محمد Muhammaden Studies میں حدیث کے ارتقاء پر عمیق بحث کی ہے، اس تحقیق نے اس کے دل میں حدیث کے متعلق شکوک پیدا کردیئے اور احادیث پر اس کا اعتماد ختم ہو گیا۔ وہ حدیث کو پہلی اور دوسری صدی ہجری میں اسلام کے دینی، تاریخی اور اجتماعی ارتقاء کا نتیجہ قرار دیتا ہے، وہ اس بات پر بڑے زوردار دلائل پیش کرتا ہے کہ اسلام متحارب قوتوں کے درمیان ارتقائی منزل طے کرتا ہوا منظم شکل میں رونما ہوا وہ کہتا ہے:

> اموی دور میں جب امویوں اور علمائے صالحین کے درمیان نزاع نے شدت اختیار کی تو حدیث گھڑنے کا کام ہیبت ناک سرعت سے مکمل ہوا فسق وارتداد کا مقابلہ کرنے کے لئے علماء نے ایسی احادیث گھڑنا شروع کردیں جو اس مقصد میں ان کی مدد کرسکتی تھیں۔ اسی زمانے میں اموی حکومت نے بھی علماء کے مقابلے میں یہ کام شروع کردیا۔ حکومت نے بعض ایسے علماء کی پشت پناہی بھی کی جو احادیث گھڑنے میں حکومت کا ساتھ دیتے تھے۔ احادیث گھڑنے کا معاملہ سیاسی مسائل تک محدود نہ رہا بلکہ دینی معاملات اور عبادات میں بھی داخل ہو گیا۔

گولڈ زیہر کہتا ہے کہ:

یہودیت کی طرح اسلام میں بھی قرآن کے علاوہ ایک مقدس قانون پر مبنی لٹریچر وجود میں آیا۔اس طرح اس کے خیال میں سنت اسلامک کمیونٹی کے قول وفعل کا نام ہے نہ کہ حضور ﷺ کے اقوال وافعال کا جیسا کہ مسلمان خیال کرتے ہیں۔مسلمانوں نے ہر اس قول وفعل کو سنت کا نام دینا شروع کیا جو ان کی ضرورت کو پورا کرتے تھے ۱۲۔

اسی طرح اختلافی احادیث سامنے آگئیں۔ان کے نزدیک عقائد، دینیات اور فقہ کا کوئی بھی علاقہ ایسا نہیں جہاں حدیث وضع نہ کی گئی جو اس کے نزدیک مسلمان علماء بھی اس بات سے بخوبی آگاہ تھے اس طرح انہوں نے موضوع احادیث کو اصل احادیث سے علیحدہ کرنا شروع کیا اور یہ طریقہ کار مسلمانوں کی اپنی ایجاد تھا۔

گولڈزیہر کے خیال میں تمام افکار، قانون اور سیاست کی بنیاد حدیث میں تلاش کی گئی ان کے اپنے الفاظ میں:

> What Islam borrowed from the outside was dressed up as hadith ...passages from the old and New Testament, rabbinic sayings quotes from apocryphal gospels and even doctrines of Greek philosophers and maxims of Persian and Indian wisdom gained entrance into Islam disguised as utterances of the Prophet.13

آرتھر جیفری A. Jeffery اپنی تحریر میں یہ تاثر دینے کی کوشش کرتا ہے کہ حدیث کا حضور ﷺ کی حیات طیبہ سے کوئی تعلق نہیں بلکہ آپ کے انتقال کے بعد جب نئے مسائل پیش آئے تو مسلمانوں نے ان کا حل تلاش کرنے کے لئے حضور ﷺ کے افعال واقوال کا سہارا لیا۔احادیث گھڑ کر آپ کی طرف منسوب کیں اور موضوع احادیث کو بعض اوقات صحیح احادیث پر فوقیت بھی دی ۱۴۔

گولڈزیہر کی ایک ہم عصر شخصیت میکڈونلڈ Macodonald تھے جو 1863ء میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے بھی قانون کے ارتقاء پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے ان کے نزدیک مغرب میں اس نوعیت کا کام کبھی نہیں ہوا وہ لکھتے ہیں مسلمانوں کی اپنے نبی سے محبت کا یہ حال تھا کہ ایک محدث نے کبھی خربوزہ اس لئے نہیں کھایا کہ انہیں اس پر ان کے پیغمبر کا طرز عمل نہ مل سکا۔

جہاں تک حدیث کی تدوین کا تعلق ہے ان کے نزدیک اس میں وہ تمام فیصلے شامل ہیں جو حضور ﷺ نے اپنی زندگی میں کیے۔ ان تمام سوالات کے جوابات بھی شامل ہیں جو آپ نے مختلف عقائد اور دینی تعلیمات کے حوالے سے دیئے یہ سب کچھ صحابہؓ نے اپنی زندگی میں لکھ لیا تھا انہیں احادیث کہا گیا اور باقی جو کچھ رہ گیا وہ سنت کہلایا نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی زندگی کے بعد ان باتوں کو سینوں اور سفینوں کے ذریعے محفوظ کیا گیا اور آئندہ نسلوں تک پہنچایا گیا اس طرح سند کا سلسلہ شروع ہوا اور حدیث متن اور سند میں تقسیم ہوگئی تاہم بنو امیہ میں ریاستی امور کی خاطر موضوع احادیث بھی وجود میں آئیں انہوں نے اپنے منصوبوں اور حکومتی امور کی تکمیل کے لئے لوگوں کی موضوع احادیث کے سلسلے میں جو حوصلہ افزائی کی ایسا اس لئے ضروری تھا کہ لوگوں کی ایک بہت بڑی جماعت کو اپنے ساتھ intact رکھنا تھا اسی تحریک کو دیگر مذہبی اور سیاسی گروپوں نے بھی اپنے مفادات کے لئے استعمال کیا ہر جماعت یہ چاہتی تھی کہ ان کے نظریات وخیالات کو پیغمبر اسلام سے سند حاصل ہوجائے یہ سلسلہ اتنا آگے نکل گیا کہ ہر اختلافی پوائنٹ پر Contradictory احادیث وجود میں آگئیں۔ میکڈونلڈ کہتا ہے کہ:

> The entire body of normative tradition presently in existence was forged for a purpose15

ایک اور یورپین مستشرق پروفیسر گب Gibb ہیں جو کہ اسکندریہ میں پیدا ہوئے اور بعد ازاں ایڈنبرا (اسکاٹ لینڈ) میں تعلیم حاصل کی لندن اور آکسفورڈ میں پڑھایا 1955ء میں امریکہ کی یونیورسٹی ہارورڈ میں تعینات ہوگئے۔ ان کی دو عدد کتب اسلامی قانون اور اسلام کے موضوع پر سامنے آئیں ان کے نام یہ ہیں:

1- Modern Trands in Islam
2-Muhammadenism

گب اپنے پڑھنے والوں کو یہ باور کرانا چاہتا ہے کہ:

Sunnah of the Prophet is almost entirely fabricated and created 16.

وہ اس کے لئے artificial creation کا لفظ استعمال کرتا ہے گب کے نزدیک اسلام کے ابتدائی ایام میں خود مسلمان علماء بھی حدیث کے درست نہ ہونے کے بارے میں Uneasy تھے لیکن پھر بھی احادیث کو مستند کر لیا گیا۔ گب کے نزدیک سنت لوگوں کے رسوم کا نام ہے The Custom of the Community جو زبانی روایات کے ذریعے وجود میں آئی۔ یہ کہانیوں اور مختلف بیانات کی شکل میں وجود میں آئی اس کے نزدیک وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ:

A Large number of Hadhiths came into circulation, professing to relate statements made by the Prophet on points of law and doctrine. Religious and political parties showed a suspicious readiness to produce sayings of the Prophet in defense of their particular tents17.

گب جو احادیث کے لئے لفظ استعمال کرتا ہے وہ ہیں:

edited, supplemented, invented and fabricated

تاہم وہ تسلیم کرتا ہے کہ بعد میں مسلمان محدثین نے ایسے طریقے وضع کیے جن سے صحیح احادیث کو موضوع احادیث سے علیحدہ کر دیا گیا۔

اسناد پر تنقید کرتے ہوئے منٹگمری وٹ کا بیان قابل غور ہے وہ کہتا ہے:

''احادیث کی مکمل اسناد بیان کرنے کو الشافعی کی تعلیمات کا نتیجہ قرار دیا جا سکتا ہے جو تقریباً واقدی کے ہم عصر تھے جب احادیث کی مکمل اسناد بیان کرنے کا رواج ہو گیا تو لازماً علماء کی یہ خواہش ہوتی ہو گی کہ وہ اپنی اسناد کو حضرت محمد ﷺ کے صحابہؓ تک پہنچائیں خواہ انہیں اسناد میں اضافہ کرنا پڑے''

منٹگمری کا یہ شوشہ یا تو ان کی جہالت کا نتیجہ ہے یا پھر احادیث طیبہ کو بدنام کرنے کی عمداً کوشش۔ بظاہر وہ یہ دعویٰ نہیں کر رہا کہ مسلمان احادیث گھڑا کرتے تھے تاہم وہ یہ دعویٰ ضرور کر رہا ہے کہ مسلمان اسناد گھڑا کرتے تھے اس سے ان کا مقصد حدیث کو مشکوک بنانے کے سوا کچھ نہ تھا وہ احادیث کو پایہ اعتبار سے گرانا چاہتے تھے ۱۸۔

گولڈ زیہر اور شاخت دو ایسے مستشرق ہیں جن کے افکار نے West کو بہت زیادہ متاثر کیا انہوں نے انگلینڈ میں درس و تدریس کے بعد امریکہ کا رخ کیا۔ شاخت نے قانونی احادیث پر قلم اٹھاتے ہوئے اسناد کی حیثیت کو چیلنج کیا ہے ان کے نزدیک حدیث کو project کرنے کے لئے اس کی ضرورت محسوس ہوئی پروفیسر رابسن Robson نے اس کا تفصیل سے جائزہ لیا ہے انہوں نے کہا ہے کہ:

> The criticism leveled at the Isnad, is very thoroughgoing, and some strong arguments are brought forward to suggest that use of isnads is a late development, but one hesitates to accept it to the full extent ...One wonders whether the argument is not too sweeping19

شاخت کے نظریات کا مصطفیٰ الاعظمی نے تفصیلی رد کیا ہے جس کا تذکرہ آپ کو ذیل میں ملے گا۔ اب ہم برصغیر کے علماء کی کاوشوں کا ذکر کرتے ہیں جو اس مقالے کا دوسرا اہم حصہ ہے۔

علمائے برصغیر کی کاوشیں:

ان تحریروں کے جواب میں بھی عمدہ لٹریچر تیار ہوا گولڈ زیہر اور اس کے پیرو کاروں کے سلسلے میں

ڈاکٹر مصطفیٰ الاعظمی کی کتاب Early sutdies in Hadith Literature قابل تعریف ہے۔ نیز شاخت کے نظریات کو رد کرنے میں On Schacth's Origins of Muhammaden Jurisprudence کو ایک نمایاں مقام حاصل ہے انہوں نے شاخت کے نظریات کو اپنی تنقید کا نشانہ بنایا اور ان کی علمی غلطیوں کی نشاندہی کی۔ ہم ایک مثال پیش کرتے ہیں۔

شاخت نے ابن سیرین کی مثال دی ہے کہ ان کے نزدیک حدیثیں وضع کرنے کا زمانہ ولید بن یزید کی وفات 126ھ کے بعد شروع ہوتا ہے کیونکہ یہ فتنہ کا دور تھا یہ علمی غلطی پر مبنی ہے کیونکہ ابن سیرین کی وفات 110ھ میں ہو چکی تھی اعظمی نے شاخت کی تھیوری کو ان الفاظ کے ساتھ رد کیا ہے۔

> Any conclusion about the traditions, their transmission or the isnad system, etc. based on the study of legal literature would be faulty and unreliable.

مصطفیٰ الاعظمی نے کہا ہے کہ شاخت کی تحقیق کے نتائج ہماری تحقیق کے نتائج سے مطابقت نہیں رکھتے۔ شاخت نے اپنی تحقیق میں پہلی اور دوسری صدی ہجری کی قانونی activities کا ذکر کیا ہے اور ایسی مثالیں پیش کی ہیں جو موضوع احادیث سے متعلق ہیں جہاں تک پہلی بات کا تعلق ہے شاخت کا thesis یہ ہے کہ محمد ﷺ عربی کی ذات بطور Law giver مدینہ میں متعارف ہوئی اس سے پہلے آپ مذہبی اور سیاسی رہنما تھے اس طرح خلفاء بھی مسلمانوں کے سیاسی رہنما تھے۔ تاہم انہوں نے بھی مسلمانوں کے لئے کافی حد تک بحیثیت Law giver کام کیا۔ خلفائے راشدین نے اپنے دور میں قاضی مقرر نہ کئے یہ بنو امیہ تھے جنہوں نے یہ اہم قدم اٹھایا کہ اسلامی منصفین کا تقرر عمل میں آیا۔ یہ منصفین قانونی ماہرین میں سے منتخب ہونے لگے اس طرح فقہی مکاتب وجود میں آ گئے ان کا طرز عمل سنۃ living tradition یا عمل کہلایا۔ اس عمل کو اسناد کے ذریعے Project کرنے کی ضرورت کو محسوس کیا گیا۔ سب سے پہلے اہل کوفہ (احناف) نے یہ طرز عمل اختیار کیا بعد میں مدینہ والوں (مالکیوں) نے اس طریقہ کو اختیار کیا یہاں تک کہ اسناد کو ابن مسعود تک روایت کیا جانے لگا، اس کے بعد شاخت محدثین اور فقہاء کے مخاصمانہ طرز عمل کا ذکر کرتے ہیں اور ہر حدیث کو موضوع قرار دیتا ہے وہ کہتا ہے۔

Hardly any of thesis traditions, as far as matters of religious law are concerned, can be considered authentic"20

شاخت نے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے کردار کو مدینہ منورہ میں بطور قانون دان تسلیم کیا ہے۔ دوسری طرف یہ بھی کہتا ہے کہ شعبی جن کی وفات 110ھ میں ہوئی اور ابراہیم نخعی جن کی وفات 96ھ میں ہوئی تک قانونی آراء کا وجود نہ تھا۔

شاخت نے قرآن مجید کا مطالعہ اگر غور سے کیا ہوتا تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ محمد عربی ﷺ کی حیثیت شارع اور شارح دونوں قسم کی تھی۔ میثاق مدینہ میں یہ بات تحریر تھی کہ مختلف قبائل میں باہم افتراق واختلاف کی صورت میں حضور ﷺ کا فیصلہ آخری final ہوگا خارجیوں نے حضرت علیؓ کے دور میں قرآن کو بطور حکم تسلیم نہ کئے جانے کے حق میں احتجاج کیا تھا۔حضرت عمرؓ کے دور میں میں مختلف علاقوں میں قاضیوں کا بھیجا جانا یہ ثبوت ہے کہ قانونی فیصلے شروع سے ہو رہے تھے۔اعظمی لکھتے ہیں:

Schacht's claim that the Prophet's authority was not legal and that the first caliphs did not appoint Qadies and that the conception of Islamic way of life is the production of pious persons individual reasoning is absurd and contrary to facts 21

مصطفیٰ السباعی کی کتاب کا اردو میں ترجمہ پروفیسر غلام احمد حریری کے قلم سے ہو چکا ہے انہوں نے منکرین احادیث اور مستشرقین کے خیالات کو کھنگال کر رکھ دیا ہے گولڈزیہر کی کئی غلطیوں کا ذکر انہوں نے رابسن نیبرگ اور شاخت سے ذاتی طور پر کیا وہ لکھتے ہیں جب میں نے شاخت کو گولڈزیہر کی غلطی کی نشاندہی کی تو پہلے تو وہ حیران ہوا پھر کہنے لگا اس کے بارے میں تم سوء ظن سے کیوں کام لیتے ہو ۲۲۔

فضل الرحمٰن نے بھی اس سلسلہ میں کافی کام کیا ہے جو مسلمانوں علماء کے نزدیک باعث نزاع بھی رہا انہوں نے کہا ہے کہ سنت بعد کی پیداوار نہیں ہے یہ صدر اسلام ہی سے اپنا وجود رکھتی ہے تاہم بطور

ماخذ قانون اسے دوسری صدی میں استعمال کیا گیا۔

To quote his own words, the concept of the sunnah did not emerge at a later stage, but sunnah constituting authoritative second source of the shariah was a product of the late second century 23

1857ء کی جنگ آزادی کے بعد ملک ہندوستان پر انگریزوں کے مکمل قبضہ واقتدار کے بعد بڑے بڑے انقلابات رونما ہوئے قدیم وجدید کی کشمکش کا آغاز ہوا۔علوم وفنون اور افکار ونظریات کے رائج سانچے بھی تبدیل ہوئے مغربی تعلیم وتہذیب نے اپنے شکنجے کسنے شروع کئے عیسائی مشنریوں نے تبلیغ واشاعت کے ذریعے اسلامی عقائد ونظریات پر حملے شروع کر دیئے۔انگریزوں کے علاوہ ہندوؤں نے بھی اسلام کو تختہ مشق بنایا اگر اتنا ظلم ہی ہوتا تو شاید برداشت ہوتا جدید تعلیم وتہذیب کی گود میں پل کر جوان ہونے والے مسلم افراد بھی اس سے متاثر ہوئے ایسا نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیائے عرب خصوصا مصر میں بھی ہوا ان افراد کی سب سے بڑی غلطی یہ تھی کہ انہوں نے اسلاف کے علمی کارناموں کو ایک طرف رکھ دیا اور اس پر تیار شدہ یورپی عمارت سے چکا چوند ہو گئے ایسے وقت میں ملت اسلامیہ ہند کی کوکھ سے ایسے افراد نے جنم لیا جنہوں نے دور اندیشی دور بینی سے کام لیا اور وقت کی جدیدیت کو بھی مدنظر رکھا اپنے مقالات مضامین اور تصانیف میں ایک نئی روح پھونک دی ان مصلحین میں سب سے پہلے علامہ شبلی نعمانیؒ کا نام لیں گے۔ان کی شخصیت قدیم وجدید کے سنگم کی سی تھی بقول سید سلیمان ندوی وہ مذہبی علوم کے عالم بھی تھے اور جدید آراء کے مالک بھی۔مولانا شبلی نعمانیؒ کے بقول کچھ مستشرقین تو ایسے میں جو عربی زبان اور اصل ماخذوں سے واقف نہیں ان لوگوں کا سرمایہ حیات اوروں کی تصانیف اور تراجم ہیں ان کا کام یہ ہے کہ مشتبہ اور نامکمل مواد کو قیاس اور میلان طبع کے قالب میں ڈھالتے ہیں۔

بعض مستشرقین عربی زبان،ادب،تاریخ اور فلسفہ اسلام کے بڑے ماہر ہیں لیکن مذہبی لٹریچر (حدیث وسیرت) کے فن سے ناشنا ہیں وہ ضمنی طور پر اسلام یا شارع اسلام کے متعلق نہایت دلیری سے کچھ لکھ جاتے ہیں مثلا جرمنی کے مشہور فاضل ساخو Sachu نے طبقات ابن سعد شائع کی ان کی عربی دانی سے کون انکار کرسکتا ہے۔

نولڈیکی نے قرآن مجید کا بطور خاص مطالعہ کیا لیکن ان کا مطالعہ تعصب اور جہالت پر مبنی ہے۔
مولانا شبلیؒ مزید کہتے ہیں کہ کچھ مستشرقین ایسے ہیں جنہوں نے اسلامی اور مذہبی لٹریچر کا مطالعہ کیا جن میں پامر Palmer اور مارگیولیتھ Margoliuth شامل ہیں لیکن ان کا حال یہ ہے کہ:

دیکھتا سب کچھ ہوں لیکن سوجھتا کچھ بھی نہیں

مارگولیتھ نے مسند احمد بن حنبل کی چھ ضخیم جلدوں کا ایک ایک حرف پڑھا آنحضور ﷺ کی سوانح عمری پر کتاب لکھی لیکن دنیا کی تاریخ میں اس سے زیادہ کوئی کتاب کذب وافترا تاویل اور تعصب کی مثال پیش نہیں کر سکتی، مولانا مزید کہتے ہیں کہ اکثر یورپین حضور ﷺ کے ان واقعات سے بے خبر ہیں جو احادیث بروایات صحیحہ موجود ہیں۲۴۔

ابوالحسن ندویؒ کے مستشرقین کے بارے میں مندرجہ ذیل ریمارکس ملتے ہیں:

''مستشرقین نے قرآن، حدیث، شریعت اسلامی، تمدن وسیاست کا مطالعہ اس لئے کیا تا کہ وہ ایک ایسی تصویر پیش کر سکیں جس کو دیکھ کر لوگ آنکھوں پر پٹی باندھ لیں۔ انہوں نے ان علوم میں عیب ہی عیب دیکھا۔ اسلام میں جمال بھی ہے کمال بھی ہے نوال بھی، مستشرقین نے ان تینوں کو نظر انداز کر دیا مصائب اور کمزور پہلو پیش کئے جن لوگوں کو توفیق الٰہی نہیں ہے وہ ان مستشرقین کی کتابیں پڑھ کر یہ خیال قائم کریں گے کہ اسلام قصائیوں کی ودکان ہے جس میں ہروقت چھریاں چلا کرتی ہیں یا ایک میدان جنگ ہے جس میں انسانوں کو شکار کیا جاتا ہے یا ایک عشرت گاہ ہے جس میں صرف حرام سر نظر آتی ہے ۲۵۔

برصغیر میں اسلام اور دیگر روایات پر جن افراد کا نام لیا جا سکتا ہے ان میں صاحب ''نزھۃ الخواطر'' ہیں جنہوں نے 53,54 سال کی عمر میں آٹھ جلدوں میں چار ہزار شخصیتوں کا تذکرہ کیا اور ایک کتاب ''الثقافۃ الاسلامیۃ فی الھند'' کے نام سے تحریر کی۔

برصغیر پاک وہند کے حوالے سے اگر سر سید احمد خاںؒ کا نام نہ لیا گیا تو بات ادھوری رہ جائے گی۔ اگرچہ انہوں نے اپنی کتاب مشہور مستشرق ولیم میور W.Muir کے اعتراضات کے جواب میں لکھی جو سیرت کے موضوع پر ہے، اس کتاب کے جواب سے مستشرقین کی کمر ٹوٹ گئی۔ ولیم میور نے حضور ﷺ کے تاریخی وجود کو مشکوک بنانے کی کوشش کی۔ یہ کوشش بڑی خطرناک تھی اگر سر سید احمد خاں اس کا بروقت

مناسب تحقیقی جواب نہ دیتے تو اس کے منفی اثرات مرتب ہوتے، سر سید احمد خاںؒ کو اپنے نبی محمد ﷺ سے اتنی محبت تھی کہ انہوں نے اس کتاب کا جواب دینے کے لئے اپنے گھر کے برتن تک فروخت کر دیئے۔ جزاہ اللہ عن المسلمین خیر الجزاء۔

امیر علی کی اسپرٹ آف اسلام جس طاقتور انگریزی زبان اور جس ادیبانہ ملکہ سے لکھی گئی اس کا اعتراف اہل زبان کو ہے۔ اسی طرح ہسٹری آف سرسین Saracine وجود میں آئی اس کی مثال کم ملے گی۔

قرآن مجید کے تراجم کے لئے عبداللہ یوسف علی، پکھتال اور عبدالماجد دریا آبادی کا نام لیا جاسکتا ہے۔ عبداللہ یوسف علی کے وضاحتی نوٹسnotes میں اسلام کے خلاف بے شمار اعتراضات کے جوابات پوشیدہ ہیں۔

علامہ اقبال کیReconstruction of religious thought کے علمی مقام کا کون انکار کرسکتا ہے۔ اس طرح خطبات مدراس جس کا ترجمہThe glorious Prophet کے نام سے نشریات وتحقیقات (دارالمصنفین) نے شائع کیا۔ ایک لاثانی شاہکار ہے دارالمصنفین کی خدمات میں الفاروق، الغزالی، المامون، سوانح مولانا روم، ارض القرآن، عمر خیام اور سیرت عائشہؓ چند نام ہیں۔

مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ نے بھی گولڈزیہر پر ایک مقالہ لکھا اور کہا کہ ان کی غلطیاں دو قسم کی ہیں ایک مستشرقانہ اور دوسری علمی، یہ مقالہ انہوں نے اسلام اور مستشرقین پر ہونے والی کانگریس میں پڑھا اور خوب داد وصول کی۔

ہندوستانی سکالرز کے حوالے سے ضیاء الحسن فاروقی کا نام سرفہرست ہے انہوں نے مشہور مستشرق ہلمٹن گب پر کام کیا اور اپنی کتاب کا نام Orintalism Islam and Islamists رکھا۔ انہوں نے گب کو سنجیدہ اور بردبار مستشرق کہا ہے جن کا علم بھی گہرا ہے نظر بھی دقیق ہے مگر وہ بھی مکمل طور پر غیر جانبدار نہیں۔ ان کے بارے میں کہنا ہے کہ وہ عربی زبان وادب سے کہیں زیادہ واقف تھے، ابن خلدون کا چالیس برس تک مطالعہ کیا حدیث لٹریچر کا جائزہ لیا۔ اور کہا کہ پہلی صدی ہجری کے ختم ہوتے ہوتے اسلامی قوانین اور ان کے نفاذ کا مسئلہ بڑا پیچیدہ ہوگیا تھا، خلافت کے مختلف شہروں میں علماء اپنی اپنی رائے دیتے تھے جو بسا اوقات مختلف اور متضاد ہوتی تھیں اس مسئلہ کا انہوں نے یہ حل ڈھونڈا کہ پیغمبر اسلام کے واسطہ سے احادیث بیان کرنا شروع کر دیں جن میں واضح

مسائل سے متعلق روائتیں حضور سے منسوب ہوئیں اوران کی حیثیت آیات قرآنی سے کمتر نہیں سمجھی گئی۔ جب گب حدیث اور تدوین حدیث کا تذکرہ کرتے ہیں تو اسے علماء کی مصنوعی تخلیق artificial creation سے تعبیر کرتے ہیں اس طرح وہ حدیث کی اہمیت مسلمان قارئین کی نظر میں کم کرنا چاہتے ہیں۔

مصطفیٰ السباعی نے کہا ہے کہ پروفیسر گب نے وہی نقطہ نظر اپنایا ہے جو گولڈزیہر مارگولیتھ اورلیمنس Lammens کا تھا مستشرقین کے پیچھے ان کی حکومتیں ہوتیں جو ان کی حوصلہ افزائی کرتی تھیں، وہ فکر معاش سے بے نیاز پورا وقت اس پر صرف کرتے تھے۔ ہم ایسے معاشرے میں زندگی کے دن کاٹ رہے ہیں جس میں سیاسی ہلچل بپا رہتی ہے معاشی فارغ البال نصیب نہیں۔ ہمارے نام نہاد سکالرز مستشرقین کے دام فریب میں آجاتے ہیں۔ انہوں نے استاد احمد امین نے فجر الاسلام اور ابوریہ نے " اضواء على السنة المحمدية " میں جو رویہ اختیار کیا ہے اسے ہدف تنقید بنایا ہے۔

برصغیر کی ایک اور شخصیت ڈاکٹر مشیر الحق ندوی کی ہے انہوں نے کینڈین کینٹ ویل اسمتھ پر ایک مقالہ تحریر کیا اور اس پر خصوصی تبصرہ پیش کیا ۲٦ اس کا اندازہ بھی اچھوتا ہے۔

ڈاکٹر عبدالواحد ہالے پوتا نے پروفیسر نکلسن اور پروفیسر میکڈونلڈ کی کتابیں اور تحریریں پڑھ کر یوں تبصرہ کیا:

> وہ یہ کتابیں مسلمانوں کو ان کے مذہبی عقائد سمجھانے کے لئے نہیں لکھتے تھے بلکہ عیسائی مبلغین کے لئے لکھا کرتے تھے وہ کہتے ہیں مارگولیتھ کی کتاب سے مجھے صدمہ پہنچا ہے ۲۷۔

حدیث رسول اور سیرت طیبہ پر مستشرقین کے اعتراضات اور الزامات کے جواب میں مولانا حنیف ندویؒ نے بھی تبصرہ کیا ہے، مگر پیر کرم شاہ الازھری نے اس موضوع پر کافی مواد اکٹھا کیا ہے ان کا ایک جگہ تبصرہ یوں ہے:

مستشرقین جب قرآن حکیم حضور ﷺ کا کلام کہتے تھے وہ تو مجبور تھے کہ احادیث طیبہ کے متعلق کوئی اور مفروضہ تراشیں۔ یہ بات انہیں مناسب معلوم نہیں ہوتی تھی کہ قرآن حکیم اور احادیث طیبہ دونوں کو حضور ﷺ کا کلام قرار دیں۔ انہوں نے احادیث طیبہ کے مصادر تلاش کرنے کے لئے اپنے تخیل کے گھوڑے دوڑائے مگر ناکام رہے۔ پیر صاحب نے تصویر کا دوسرا رخ بھی دکھایا کہ بعض مستشرقین تحریروں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کے زمانے میں ہی مسلمان احادیث طیبہ پر عمل پیرا تھے اس میں انہوں نے فلپ کے ھٹی Hitti جان گلب Glubb ڈاکٹر مورس بقائے Baquai اور فن اسماء الرجال کے حوالے سے جرمن مستشرق اسپرنگر Springer کا نام لیا ہے۲۸۔

مستشرقین کے علاوہ فتنہ انکار حدیث پر کام کا تذکرہ انتہائی ضروری ہے برصغیر میں حجیت حدیث عظمت حدیث، اور اہمیت حدیث پر بے شمار لٹریچر سامنے آیا ہے۔ اہل علم نے جرائد اور مضامین کے علاوہ بے شمار کتب تحریر کیں۔ عبدالرحمٰن کیلانیؒ ، محمد اقبال کیلانیؒ ،مولانا ارشاد الحق اثریؒ، حافظ ثناء اللہ زاہدیؒ، مولانا حکیم الامۃ اشرف علی تھانویؒ، مولانا حنیف ندویؒ، مولانا صفی الرحمٰنؒ، ڈاکٹر غلام جیلانی برق ؒ مولانا مناظر حسین گیلانیؒ ، مولانا ظفر عثمانیؒ ،مولانا بدر عالم میرٹھیؒ ،مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ ،مولانا محمد تقی عثمانی، ڈاکٹر عبداللہؒ ،سید ابوالاعلی مودودیؒ ،مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ ،مولانا عبدالقدوس ہاشمیؒ، اور ڈاکٹر فضل احمد چند نام ہیں۔

انگریزی میں مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ ،ڈاکٹر ایس ایم یوسف، مصطفیٰ الاعظمی، ڈاکٹر امتیاز احمد اور ڈاکٹر زبیر صدیقی کا نام لیا جا سکتا ہے ۲۹۔

ڈاکٹر محمد زبیر صدیقی کلکتہ یونیورسٹی میں اسلامک کلچر کے پروفیسر تھے۔ آپ نے Hadith literature, its origin Development Special features and criticism کے نام سے کتاب لکھی۔ اس کتاب میں حدیث کے بارے اسلامی نقطہ نظر کی وضاحت کی گئی ہے۔ نیز اس کے دیباچہ میں مستشرقین کے حدیث پر اعتراضات اور ان کا جواب درج ہے۔ یورپین کے حوالے سے زبیر صدیقی کہتے ہیں کہ انہوں نے جدید ادبی اور تاریخی تحقیق کے نتیجے میں حدیث کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھا ہے۔ انہوں نے حدیث کے اس Doubtful characther کی وجوہات بتائی

ہیں۔زبیر صدیقی نے ان وجوہات کے ایک ایک کر کے جواب تحریر کیے ہیں۔ان میں دو اعتراضات اوران کے جوابات بطور نمونہ درج ہیں۔

۱۔ حدیث پر ایک اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ ان کی روایت صدی سے زیادہ تک زبانی چلتی رہی اور یہ کہ احادیث کے جو ذخیرے جمع کیے گئے ان کے لئے کوئی ذخیرہ یا حوالہ موجود نہیں ہے۔ اس سوال کے جواب میں انہوں نے گولڈزیہر کا بیان درج کیا ہے کہ حضور ﷺ کے دور میں احادیث کے ذخیرے موجود تھے اور جہاں تک پہلے سے موجود کتب کے حوالے کا تعلق ہے اس پر اسپرنگر نے خصوصی توجہ دی ہے اور اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ اولین محدثین ان احادیث کی کتب کا حوالہ دیا کرتے تھے جو انہوں نے اپنے اساتذہ کی بدولت حاصل کیا۔یہ طرزعمل واقدیؒ اور ابن سعدیؒ کا رہا ہے۔نیز ڈاکٹر حمیداللہؒ نے صحیفہ ھمام بن منبہ کی اشاعت کے ذریعے یہ ثابت کردیا کہ احادیث پہلے سے تحریر شدہ تھیں اور یہ کہ اس ذخیرہ میں تحریر کردہ احادیث مسند احمد بن حنبلؒ میں موجود احادیث معمولی سے فرق کے ساتھ موجود ہیں۔

۲۔ مستشرقین ایک اور اعتراض کرتے ہیں کہ احادیث کی تعداد بعد کے صحیفوں میں زیادہ ہے جب کہ اولین کتب یا صحیفوں میں یہ تعداد کم تھی۔اس کے جواب میں زبیر صدیقی نے لکھا ہے کہ جو علماء اور محدثین حدیث کی تاریخ سے واقف ہیں اس بات کو appriciate کرتے ہیں کہ بعد کے محدثین نے حدیث پر انتہائی محنت کی۔انہوں نے گاؤں گاؤں جا کر احادیث کو collect کیا۔لامحالہ احادیث کی تعداد میں اضافہ ہونا تھا اسی طرح اسناد کی حقیقت کو بھی واضح کیا گیا ہے آپ نے باقاعدہ ایک باب تحریر کیا نیز انہوں نے J.Rabson کا حوالہ دے کہ اس سلسلہ میں قاری کو ان کے آرٹیکل The Isnad in Muslim Tradition کا مطالعہ کرنا چاہیئے کیونکہ انہوں نے مسلمانوں اور یورپینز کے نظریات کو تفصیلی طور پر بیان کیا ہے[۳۰]۔

مستشرقین کے جواب میں ڈاکٹر حمیداللہ نے علم حدیث میں ایک خاص انداز سے کام کیا ہے۔عام طور پر مستشرقین کا یہ نظریہ ہے کہ علم حدیث تاریخی اعتبار سے مستند نہیں ہے اس لئے کہ علم حدیث کے بیشتر متداول مجموعے تیسری صدی میں مرتب ہوئے۔اس وجہ سے مستشرقین نے یہ کہنا شروع کردیا کہ چونکہ تین

چار سو سال بعد یہ چیزیں لکھی گئی ہیں لہذا سہو اور نسیان کا امکان ہے۔

ڈاکٹر حمید اللہ بقول ڈاکٹر محمود احمد غازی اولین شخصیتوں میں سے ہیں جنہوں نے اس موضوع کا علمی جواب دینے کا فیصلہ کرلیا اور بڑی تحقیق سے یہ ثابت کیا کہ صحابہ کرام ؓ اور خود رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں حدیث کی تحریر وتسوید اور تدوین کا کام شروع ہو چکا تھا۔ دور تابعین میں اس کام میں بڑی وسعت پیدا ہوئی حدیث کے جتنے بھی مجموعے ہیں وہ سند متصل رکھتے ہیں۔

ڈاکٹر حمید اللہ نے 1942 میں صحیح بخاری شریف کے ماخذ پر کام شروع کیا اور ابتدائی طور پر انہوں نے یہ پتہ چلایا کہ صحیح بخاری کے ماخذ میں ایک بڑا اہم ماخذ امام عبدالرزاق الصعانی ؒ (متوفی 211ھ) بھی ہیں۔ امام بخاری کی کتاب میں جتنی روایات عبدالرزاق کی ہیں ان کا جائزہ لیا گیا، پھر انہوں نے بتایا کہ عبدالرزاق کا ذخیرہ پہلے جمع ہو چکا تھا۔ تاہم شائع نہ ہوا تھا جو کہ اب شائع ہو چکا ہے اور مصنف عبدالرزاق کے نام سے ہر جگہ ملتا ہے۔ امام عبدالرزاق کے ماخذ میں معمر بن راشد کا نام آتا ہے ان کا ذخیرہ بھی اس وقت نہیں چھپا تھا لیکن اب چھپ چکا ہے۔ اور" جامع معمر " کے نام سے ملتا ہے۔ اس طرح اس ذخیرے کے توسط سے تابعین تک علم حدیث کی سند مل گئی معمر بن راشد کے دو ماخذ تھے ایک عبداللہ بن عمرو بن العاص ؓ۔ کون نہیں جانتا کہ ان کا صحیفہ صادقہ جس میں پانچ سو احادیث تھیں حضور ﷺ کے زمانہ میں مرتب کرلیا گیا تھا۔

دوسرا مجموعہ حضرت ابوہریرہ ؓ کے تلامذہ بالخصوص ہمام بن منبہ کا مرتب کردہ تھا اس طرح انہوں نے ثابت کردیا کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں جو صحیفہ صادقہ تیار ہوا اس سے فائدہ اٹھایا معمر بن راشد نے ان سے یہ ذخیرہ منتقل ہوا عبدالرزاق کو، اور جہاں سے یہ ذخیرہ امام اسماعیل بخاری ؒ کو منتقل ہوگیا۔ اب کون مستشرق ہے جو یہ کہے کہ علم الحدیث کو دو سو سالوں بعد مرتب کیا گیا لہذا مقبول نہیں ہے۔ داد دینی چاہیے ڈاکٹر حمید اللہ کی تحقیق کی کہ ان کی محنت شاقہ رنگ لائی۔ اب یہ اسلوب تحقیق اتنا آگے بڑھا کہ دلائل، قرائن اور شواہد نے ثابت کردیا کہ علم حدیث صرف زبانی روایت پر مبنی نہیں بلکہ انسانی وسائل کے اعتبار سے کسی بھی ذخیرہ علم کو محفوظ کرنے کیلئے جو اسالیب انسانوں کے لئے ممکن ہیں ان کو استعمال میں لاکر علم الحدیث کے موضوع کو اعتراضات سے محفوظ کردیا گیا۔ یہ بنیادی کام ڈاکٹر حمید اللہ کی کوششوں کا رہین منت ہے[۳۱]۔

استشراق کے حوالے سے ظفر علی قریشی کی کاوشیں بھی قابل قدر ہیں انہوں نے Prophet Muhammad & His Western Critics ترتیب دی جسے ادارہ ''معارف اسلامیہ''

منصورہ نے شائع کیا۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی نے اپنے مقالے میں مستشرقین کے افکار ونظریات کا ذکر کیا ہے جس سے قاری کو کافی مدد مل سکتی ہے۔

ہمارے آج کے زندہ سکالرز نے تفصیل سے اگرچہ کوئی کام نہیں کیا تاہم مستشرقین کے حوالے سے اپنے خیالات آرٹیکلز کی شکل میں پیش کیے ان میں ادارہ تحقیقات اسلامی کے ڈائریکٹر جنرل پروفیسر ظفر اسحاق انصاری، اور حافظ طفیل نے اپنی خدمات پیش کیں۔ اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور سے ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر، اور ڈاکٹر محمد اکرم رانا نے بھی اپنا وقت مخصوص کیا، ڈاکٹر اکرم رانا نے اصول فقہ اور حدیث کے حوالے سے مستشرقین پر گہری نظر ڈالی ہے ان کی تحقیق ہمدرد اسلامکس کراچی سے شائع ہو چکی ہے۔

خلاصۃ البحث:

یورپ کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ان کے اصول تنقیح شہادت اور ہمارے اصول تنقیح شہادت میں سخت اختلاف ہے۔ یورپ اس بات کو نہیں دیکھتا کہ راوی صادق ہے یا کاذب۔ اس کے اخلاق وعادات کیا ہیں؟ حافظہ کیسا ہے؟ وہ صرف یہ دیکھتا ہے کہ راوی کا بیان بجائے خود قرآن اور واقعات سے تناسب رکھتا ہے یا نہیں۔ جبکہ ایک مسلمان مؤرخ اور محدث سب سے پہلے یہ دیکھتا ہے کہ اسمائے رجال میں اس شخص کا نام ثقہ لوگوں کی فہرست میں یا نہیں۔

گولڈزیہر کی تھیوری جسے شاخت نے elaborate کیا M.watt. A-Jeffery, H-Ritter اور Robson نے Praise کیا مصطفیٰ اعظمی، نبیہ بیٹ اور فواد سیزگین کی تنقید کا نشانہ بنی۔ جی ایچ اے جینبل نے درمیانی پوزیشن اختیار کی۔ اس طرح پاور نے بھی اعظمی کے نتائج سے اتفاق کیا۔

ہمارے نزدیک مسلمانوں نے جو تواتر کے ساتھ رپورٹیں پیش کیں اس کی بدولت حدیث کو ایک مضبوط سہارا ملا کسی قسم کی ملامت کا نظریہ اس طرح ناممکن بن جاتا ہے ویسٹرن Western حلقوں نے تواتر تھیوری کو آج تک چیلنج نہیں کیا جو اس بات کا ثبوت ہے کہ حدیث اور حدیث اسناد وقت کی ضرورت نہیں تھی بلکہ ایک مسلسل عمل تھا جو صدر اسلام سے چلا، پروفیسر وائس Weiss نے جب امام غزالیؒ کے نظریہ تواتر کو پڑھا تو اس کی بے حد تعریف کی۔ جہاں تک مستشرقین کا تعلق ہے تو یہ بات اب ڈھکی چھپی نہیں رہی کہ دانتے سے لیکر انیسویں صدی کے ڈاکٹر اسپرنگر اور سر ولیم میور اور بیسویں صدی کے منٹگمری وٹ تک اسلام کا کم وبیش یہی تصور رہا۔

ایڈورڈ سعید کے الفاظ میں:

European-American Scholarship from Homer to Karlmarx & Gibb is inherently inclined to distort all human realities other it's own for the sake of its aggrandisement.32

حقیقت یہ ہے کہ مستشرقین نے اپنی تہذیب وثقافت سے چمٹے رہنے کے واضح ثبوت دیئے ہیں انہوں نے حقائق سے آنکھیں بند کر لیں۔اور سچ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ان پر قرآن مجید کے یہ الفاظ صادق آتے ہیں ﴿صم بکم عمی فھم لا یرجعون﴾۔

حوالہ جات

۱۔ السباعی، مصطفیٰ السباعی "السنۃ ومکانتھا فی التشریع الاسلامی" (ترجمہ غلام احمد حریری) حدیث رسول کا تشریعی مقام، ص۳۲، ملک برادرز کارخانہ بازار لائلپور (فیصل آباد۔ پاکستان)۔

۲۔ سیزگین ڈاکٹر فؤاد، مقدمہ تاریخ تدوین حدیث (ترجمہ سعید احمد) ص ۱۸، ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد ۱۹۸۵ء۔

۳۔ Said,E,Orientalism,p.2,Pantheon Books.New York 1987

۴۔ ایضا

۵۔ Hourani,A. Islam in European Thought'Cambridge University press,cambridge 1991

۶۔ Smith,B.Muhammad and Muhammadenism, p.63,quoted by
سید حامد اسلام اور مستشرقین ج ۱، ص ۹۴، اعظم گڑھ ۱۹۸۵

۷۔ Said,E,Orientalism,p.2

۸۔ Husaain,A,The Ideology of Orientalism, p.5, Vermont, Amana Books. 1984

۹۔ Lewis,B, The Roots of Muslim Rage, The Atlantic sep. 1990

۱۰۔ Malek,A,A, Orientalism in Crises,Diagnose,44, (1963)103-40

Said,E,Orientalism,p-2 ۱۱۔

Goldziher,1, Goldziher and his Oriental Dairy, p.56, trans. Pata. R. Detriot, waynestate University press 1987. ۱۲۔

Goldziher,1,introduction to Islamic theology and law pp.37-52 trans, Andrais and Ruth Hamori Princton-University press 1981. ۱۳۔

Jeffery, A, Islam Muhammad and his Religion , p.12,Balice Publishing, Indianapolis 1979 ۱۴۔

Macdonald, D,B. Development of Muslim theology,p-72 ۱۵۔

Muhammadenism,p.56 ۱۶۔

Ibid,p-51 ۱۷۔

Watt,M.Muhammad at Medina,p.338,Oxford University press, Karachi 1981 ۱۸۔

Robson, The Isnad in Muslim Traditions ,vol. 15,p.18 ۱۹۔

Azami,M.M.Studies in early Hadith Literature, p.250, American Trust Publications 1978 ۲۰۔

Ibid,p.252 ۲۱۔

دیکھیں حوالہ نمبر ۱، ص ۲۳ ۲۲۔

Islam, Chicago University press, 1979, chap. 3 ۲۳۔

۲۴۔ اعظمی، ڈاکٹر محمد الیاس، دارالمصنفین اور اسکی علمی دینی وادبی خدمات، فکر ونظر ج ۳ ۱۹۹۹ء۔

۲۵۔ ندوی سید سلیمان، حیات شبلی ص۱۰، دارالمصنفین اعظم گڑھ ۱۹۸۳۔

۲۶۔ صباح الدین عبدالرحمٰن اسلام اور مستشرقین ص۱۰۰، (سیمینار دارالمصنفین شبلی اکیڈیمی ۱۹۹۲

۲۷۔ ص ۱۵۔

۲۸۔ الازھری، پیر محمد کرم شاہ ضیاء النبی، ج ۷، ص۲۳، ضیاء القرآن پبلیکشنز لاہور ۱۹۹۸

۲۹۔ خالد ظفر اللہ برصغیر میں حجیت حدیث پر تجزیاتی لٹریچر ص۱۲۳، فکر ونظر ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد اپریل۔ جون ۲۰۰۰۔

۳۰۔ Siddiqui, Muhammad Zubair, Hadith Literature, its origin, Development, Calcutta University, 1961(xxiv).

۳۱۔ محمود احمد غازی، ڈاکٹر حمید اللہ، بیسویں صدی کے ممتاز محقق ماہنامہ دعوۃ اکیڈیمی انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد مارچ ۲۰۰۳ء۔

۳۲۔ The view of said quoted by Sadiq Al-Azam, Orientalism and Orientalism in Reverse, p.253, Khamsin, London.